میر آرزو کا بوم رنگ کیسی آسانی سے نشانے پر ہو کر میری طرف لوٹ آیا

''آپ کو سیمی شاہ سے؟..... کمال ہے سر جی۔''

''لیکن یہ محبت..... اچھا میں پھر کبھی explain کروں گا۔ ابھی مجھے اور بہت کچھ سوچنا ہے۔ وہ بالکل چپ ہو گیا۔

آدھے گھنٹے بعد جب میں اٹھنے لگا تو سہیل بولا..... یاد رکھو..... ایک اور قسم کا بھی رزق ہوتا ہے حرام و حلال سے پرے..... ایک بار اللہ میاں نے اپنی چہیتی قوم بنی اسرائیل کو بھی وہ رزق دیا تھا۔ یہ رزق نہ حرام ہوتا نہ حلال اور..... اس سے ایک آگاہی پیدا ہوتی ہے عرفان جنم لیتا ہے جو عام آدمی کے لیے دیوانے پن ہی کی ایک شکل ہے لیکن اس دیوانے پن کو سمجھنے کی ضرورت نہیں نہ ہی اس کی سمجھ آسکتی۔ کیونکر یہ صرف اسی رزق سے پیدا ہوتا ہے جو اوپر سے اترتا ہے جس سے genes لمحہ بھر میں صدیوں کا ارتقاث کر جاتے ہیں۔ ان میں ایسا تغیر آتا ہے جو قرنوں کی صالحہ mutation سے پیدا ہو کستا ہے تم دیکھتے نہیں اسرائیلیوں میں کتنے سوپر ڈہن لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ یہ اسی من وسلوی کا اثر ہے اب تک اب تو آپ حد سے بڑھ رہے ہیں۔

گدھے آدمی..... اگر انسان پالتو مرغیوں کو ایک خاص قسم کی فیڈ دے کر انڈے دینے والی مرغیاں بنا سکتا ہے..... اگر شہد کی مکھی اپنے بچوں کو کھلا کر رانی مکھی بنا سکتی ہے تو اللہ میاں اتنے پر بھی قادر نہیں..... کہ خاص رزق دے کہ عام انسانوں میں سے پیغمبر بنا سکے ولی ڈھال سکے، عرفان عنایت کر سکے۔ چل اٹھ جا اب اور اپنے السر کے لیے کچھ کر تو اسی قابل ہے کہ تجھے ہر وقت anxity ہے اور تو گیس کا شکار ہو۔''

میں چپ چاپ اٹھ گیا ڈاکٹر سہیل اس قوت ایک اور شخص تھا میری اس سہیل سے کبھی ملاقات نہ ہوئی تھی۔ اس اجنبی کو نہر میں پتھر پھینکتے ہوئے چھوڑ کر میں گھر

آ گیا۔ میں نے اپنی الماری کھولی اوپر والی شیلف میں جوں کے توں عابدہ کے سفید سلیپر پڑے تھے۔ان سلیپروں کو دیکھ کر پتہ نہیں کیوں مجھے ریڈیو سٹیشن کی ایک آرٹسٹ یاد آ گئی جس کے پاؤں بہت گورے تھے اور جو ہمیشہ ربڑ کے سفید سلیپر استعمال کرتی تھی

....

دن چڑھے

رزق حرام

سندھ طاس میں اس جگہ جہاں اب رانی کوٹ کا بے آباد قلعہ ہے۔ یہاں خشک تال تھے جن کے اردگرد چھدری ڈاڑھی کی طرح درختوں کا سلسلہ تھا جن میں جب سمندری ہوئیں چلتیں تو قدم آدم گھاس اور ان درختوں میں چھپے ہوئے پوکھروں کی خودروئیدگی آہستہ آہستہ ہلنے لگتی ہے اور خوشبودار ہو جاتی ...... ہواؤں میں نمی اور تالابوں کے ٹھہرے ہوئے پانیوں میں گنے کا باسی رس کی خوشبو دارتھی سارے۔ میں نیند تعویذ دفن تھا مورفیا کی بھول بھلیاں تھیں۔ ایل ایس ڈی کے خواب تھے۔

اس بار چیل جاتی نے کانفرنس سے بہت پہلے جنگل کے تمام پرندوں کو اپنا ہم زبان بنالیا۔ وہ بھاری اکثریت سے جیت جانے کی امید لے کر آئے تھے۔ کالی کلچلچی مہرلاٹ قازموے‘ جنگلی تیتر سب چیلوں کی ٹکریون میں گھسے بیٹھے تھے اور جانتے تھے کہ اس بار راجہ گدھ اور اس کے ہم مشربوں کو ضرور جنگل بدر کا کم مل جائے گا۔

راجہ گدھ کو اپنی وکالت کے لیے وکیل ڈھونڈنے میں بڑی مشقت کرنا پڑی تھی۔ ریڑھ والے جانور اس باتوں کو دیوانہ پن سمجھتے۔ رینگنے والوں کے پاس پہنچا تو وہ اس کی بات نہ سمجھ سکے۔ تھک ہار کر اس نے گیدڑ کو اپنی پیروی پر رضامند کیا تھا۔ لیکن اتنے انتظار کے باوجود ابھی تک گیدڑ چوپال میں نہیں پہنچا تھا۔ اب تو راجہ

گدھ کے کٹھ میں بھی چہ میگوئیاں ہونیں گیں تھیں۔

جس وقت سیمرغ کی سواری آئی۔ سارے میں آندھی چلی..... لال آندھی جس میں چھوٹے چھوٹے کنکر سرخ مٹی اور سوکھے پتے تھے۔ پھر بڑ کے جٹادھاری درخت پر جیسے بجلی گری۔ تمام جنگل سفید ہو گیا اور پرندوں کی آنکھیں چندھیا گیئں۔اس کے بعد سارے میں امن اور شانتی پھیل گئی۔

سیمرغ نے تین بار اپنے تن کی فاسفورس جیسی بتی بجھائی اور سوال کیا..... کیا ملزم حاضر ہے۔"

"حاضر ہمیں۔آقا..... اور حکم کے منتظر ہیں۔" راجہ گدھ نے کہا۔

"تجھے اپنی صفائی میں کچھ کہنا ہو تو کہہ؟"

راجہ گدھ نے لجاجت سے نظریں جھکا کر کہا..... گیدڑ میرا وکیل ہے آقا..... وہی کچھ میری ترجمانی کر سکتا ہے۔"

سارے جنگل میں خاموشی چھا گئی۔ اور جنگل پار سے سانپوں کے پھنکارنے کی آواز سنائی دینے لگی۔

"پھر نکال اپنے وکیل کو..... کہاں ہے وہ؟..... چیلوں کی ملکہ بولی۔

راجہ گدھ نے دور تک نظر دوڑائی اور لجاجت سے بولا..... آقا ہمیں کچھ مہلت دے تا کہ ہمارا وکیل پہنچ جائے اور ہماری بے بسی پر روشنی ڈال سکے۔ اگر قصور ہمارا نکلا تو یقین رکھ ہمیں حم کی ضرورت نہ ہو گی۔ ہم خود جنگل چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ اللہ کی مخلوق کے لیے یہ کرہ ارض تنگ نہیں ہے۔ ہمیں کہیں نہ کہیں جگہ مل جائے گی۔"

چیلوں کو معلوم تھا کہ وہ عوام کو رام کر چکے ہیں اور رگدھوں کی پشت پناہی کے لیے کوئی بھی تیار نہیں۔ حتٰی کہ مینا بھی اس کا ساتھ چھوڑ گئی ہے۔ ایک چیل نے تنک کر کہا..... "اے راجہ گدھ ہم اس وقت تک تیرا انتظار نہیں کر سکتے۔ جب تک

دوسری بار بنی نوع انسان تہذیب یافتہ ہو کر دوبارہ ایسے بم بنائے جو ایک ہی سانس میں میلوں تک بستیاں کھا جائیں نکالنا ہے تو اب حاضر کر اپنے وکیل کو۔"

اس وقت حبشہ کے دیس کی ایک بوڑھی گدھ بولی ..... "سیمرغ! ہمرے وکیل پر جانوروں کا بہت دباؤ ہے جانور اس معاملے سے الگ تھلگ رہنا چاہتے ہیں۔ ان کو خوف ہے کہ اگر جنگل بدر کی رسم پرندوں میں رواج پا گئی ..... تو رفتہ رفتہ جانور بھی کوئی نہ کوئی الزام لگا کر جلا وطن کا طریقہ رائج کر دیں۔ وہ گیدڑ کو روک رہے ہیں ..... پرندوں نے معاملے میں دلچسپی نہ لے لیکن ہمارا وکیل ارادے کا پکا ہے ..... آتا ہی ہوگا۔"

اس وقت سرخاب نے پر جھاڑے تو توقیر سے بولا ..... عالی جناب کچھ پرندوں کا خیال ہے کہ جنگل بدر کی سزا مناسب نہیں ..... جو جنگل کے لیے پیدا ہوئے ہیں انہیں یہیں رہنا چاہیے جو پانی کے باسی ہیں ان کے لیے پانی افضل مقام ہے۔ اگر ہم اللہ کے بنائے ہوئے قانون میں دست درازی کریں گے تو وہ کسی نہ کسی عذاب کی شکل میں ہمیں سزا ضرور دے گا اور ہماری کئی ذاتیں ایسے معدوم ہو جائیں گی جیسے پرانے زمانے کے پہاڑ پیکر جانور ....."

چیلوں کی ملکہ طمطراق سے سارے میں گھومی اور چلا کر کہنے لگے ..... ان پرندوں کی نشاندہی کی جائے جو اس طرح سوچتے ہیں۔ ہم ان سے بحث کرنا چاہتے ہیں۔

سرکاری وکیل نے جز بز ہو کر کہا ..... افسوس ان کمزور پرندوں کا نام نہیں لیا جا سکتا۔ رازداری میں بتائی گئی بات کو افشا کرنا میرا منصب نہیں۔"

اس بات پر چیلوں کی ٹکڑی میں پر پھڑکانے کی صدائیں بلند ہوئیں اور پھانت بھانت کی چہکار سے خشک تال گونج اٹھا تھوڑی دیر بعد سرخاب نے مجمع کو کنٹرول کر کے کہا ..... "اور کچھ پرندوں کا یہ بھی خیال ہے کہ جونہی گدھ جنگل سے باہر نکلے یہ

شہروں میں رہیں گے پھر انسان کو بھی ویسے ہی استعمال کرے گا جیسے صدیوں سے وہ گدھے گھوڑے بیل اور دودھ دینے والے جانوروں کو زیر استعمال لاتا رہا ہے..... آہستہ آہستہ انسان تک ہمارے وہ تمام راز پہنچ جائیں گے جو آج تک محفوظ ہیں وہ ضرور پرندوں کی بولی سیکھ لے گا۔"

تیتر نیا کا کسبر میکاؤا اٹھا اور مودب لہجے میں بولا..... "جنگل والے خوامخواہ انسان سے خائف ہیں ہم ابنوسی انسانوں میں رہتے ہیں وہ بڑی شرافت سے ہمارے ساتھ گزر بسر کرتے ہیں آقا کرگس جاتی اگر شہروں کو جاتی ہے تو جانے دے ہمیں فکر نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اول و آخر انسان ہی اللہ کا خلیفہ ہے اور ہم سے زیادہ جانتا ہے۔"

سیمرغ نے تین بار فاسفورس کی بتی بند کی اور گویا ہوا..... "تو ٹھیک کہتا ہے میں جانتا ہوں صرف انسان ساکن ہے کائنات کی باقی تمام اشیاء متحرک ہیں کیونکہ انسان مطلوب ہے اور باقی ہر شے طالب..... افسوس انسان نے اپنے آپ کو مطلوب کی جگہ سے ہٹا کر طالب بنالیا ہے اسی لیے گردش میں ہے ورنہ وہ اس قدر دیوانے پن کا شکار نہ ہوتا اور اب تک اللہ کی رضا کو پالیتا۔"

اس وقت چیل جاتی کے ایک حواری سارس نے کہا..... "آقا! انسان طالب ہو یا مطلوب..... متحرک ہو کہ ساکن..... فرزانہ ہو کہ دیوانہ..... نجات کو پہنچنے والا ہو کہ تباہی سے ہمکنار ہونے والا..... ہم کو انسان سے غرض!..... انسان کے گرد گھوم کر ہمیں کچھ حاصل نہ ہوگا۔"

سیمرغ نے قہقہہ لگایا ناریل کے درخت اس قہقہے سے لرزنے لگے۔

"سنو اس احمق کی بات سنو..... بیوقوف اس کائنات کے جو بھی فیصلے ہوتے ہیں وہ جو بھی فیصلے ہوں گے کسی نہ کسی طرح آخر میں انسان ان سے متاثر ہوتا ہے یا انہیں متاثر کرتا ہے۔"

اس وقت گیدڑ تال میں ایسے اترا جیسے شیر سرکس کے پنجرے میں حاضر ہوتا ہے۔ سارے میں سناٹا چھا گیا گیدڑ نے اپنی گھپے دار دم کے ساتھ تین بار کورنش ادا کیا اور پھر بڑے کے درخت کی طرف چہرہ کر کے گویا ہوا..... ''اے پرندوں کے بادشاہ! میں صورت حال سے اچھی طرح واقف نہیں کہ کچھ مجھ تک پہنچا وہ ملزم کی زبانی تھا اس تک طرفہ بیان پر اکتفا نہیں کر سکتا اگر واضح اور مختصر الفاظ میں مجھ تک راجہ گدھ اور ان کی برادری کا قصور بیان کر دیا جائے تو میں دفع الزام کی کوشش کروں۔''

چیل ملکہ نے جلال میں آ کر کچھ کہنے کو زبان کھولی لیکن سرخاب نے اسے روکا اور بیان کیا۔

''سن گیدڑ..... اس روئے زمین پر چرند پرند حیون انسان سب خیر و برکت سے رہتے تھے۔ صرف انسان فتنے سے خالی نہیں اس نے اپنی عقل سے اپنے آپ کو متمدن کیا اور پھر اسی عقل کا سہارا لے کر ایسے ہتھیار ایجاد کیے جس سے بستیاں اجاڑ، مرگذار تباہ اور اللہ کی زمین پر فساد پھیلا..... چیلوں کا خیال ہے کہ یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ انسان دیوانہ ہے اور اس کی دیوانگی کا یہ اقتضا ہے کہ وہ اپنی ہی نسل کو نیست و نابود کر کے.....''

''سانپ کی طرح کہ خود ہی کھا جائے'' چیل ملکہ بولی۔

''چیلوں کو ڈر ہے کہ گدھ پر بھی دیوانگی کے دورے پڑنے لگے ہیں وہ نہ ہو کہ یہ بھی جنگل کے باسیوں کو ختم کرنے کی کوشش کرے..... اسی لیے چیل ملکہ دعویٰ دار ہے کہ راجہ گدھ اور اس کی برادری کو جنگل بدر کا حکم سنایا جائے۔''

گیدڑ نے پنجے سے اپنی ناک کھجلائی اور تحمل سے بولا..... ''کیا تو وضاحت کر سکتا ہے کہ دیوانگی کیا چیز ہے؟''

سرخاب نے مدد طلب نظروں سے ملکہ چیل کی طرف دیکھا

ملکہ چیل بولی..... ''ہاں دیوانگی کی کچھ علامتیں ہیں جو ذی روح اپنے آپ کو یا

اپنے ہم جنسوں کو خود ختم کرنے کی کوشش کرے وہ دیوانہ ہوتا ہے۔"

گیدڑ نے دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر کہا..... "تو کیا گدھ خودکشی کا یا پھر قتل کا مرتکب ہوا؟"۔

جیل جاتی میں تھوڑا سا خوف پھیل گیا۔

"ابھی نہیں ابھی آغاز ہے..... ابھی گدھ دیوانگی کے انجام کو نہیں پہنچا ابھی چاند راتوں میں پچھلے پہر یہ تالوں میں آوارہ پھرتا ہے ایسی آوازیں حلق سے نکالتا ہے جیسے تپتے ہوئے لوہے پر پانی کے چھینٹے..... یہ دیوانگی کا اغاز ہے فاضل جج دیکھے گا کہ بہت جلد راجہ گدھ اس انتہا کو پہنچنے والا ہے یہاں پہنچ کر آج کے انسان نے اپنے ہم جنسوں کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے..... پھر کوئی طاقت اسے جنگل کے جانوروں کو ختم کرنے سے نہیں روک سکے گی۔"

"کیا یہ گدھ ہمیشہ سے دیوانہ تھا؟"

"نہیں..... پہلے یہ ایسے نہیں رہتا تھا جیسے اب رہتا ہے اس کی اڑانیں بھی تھکا دینے والی تھیں اور یہ بھی رزق حلال کھاتا تھا لیکن اس نے کہیں چوری چوری رزق حرام کا تصور انسان سے سیکھا..... انسان حیلہ جوئی اور مکر سے کماتا ہے بھائی کا حق غصب کرتا ہے اپنوں کی دشمنی میں غیروں سے مل کر کماتا ہے صلۂ رحمی کا کیال نہیں کرتا ہر آنے والے مال کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا بانٹ کر نہیں کھاتا بلکہ چھین کر کھاتا ہے جو کھا نہیں سکتا اسے کتے کی طرح چھپا کر رکھ چھوڑتا ہے حرام روزی کے انسان کو اتنے گر آتے ہیں جتنے گھونسلے بنانے کے طریقے ہمیں یاد ہیں..... انسان پہلے رزق حرام سے واقف نہ تھا نہ ہی راجہ گدھ کو اس کا علم تھا۔"

بھوری لم ڈوری جو طبعاً غبی تھی چلائی..... "بتا بتا کیسے کیسے کیسے واقف ہوا۔"

سرخاب اٹھا اور خطیب کی طرح گویا ہوا..... "صاحبو! رزق حلال کا مسئلہ اولا جنت میں طے ہو چکا ہے پہلے بابا آدم اور اماں حوا حفظ داماں سے جنت میں رہتے

تھے اور بموجب حکم الٰہی بہشتی لباس پہنتے تھے اس وقت ان پر بہشت کا ہر میوہ جنت کا ہر پرندہ ہر جانور حلال تھا لیکن وہ حرام کھانے کے مرتکب ہوئے حرام کیا ہے؟ وہ جس سے منع کر دیا جائے حضرت آدم نے وہ گندم کا دانہ کھایا جس کی ممانعت کی گئی تھی پہلی بار ان کے جسم میں منفی لہریں داخل ہوئیں اب تک ان کی سرشت صرف نیکی کی طرف راغب تھی اب اس میں تضاد شامل ہوا۔"

"اس بات سے تیرا کیا مطلب ہے سرخاب وضاحت کر....." چنڈول بولے۔

"بات صرف اتنی ہے..... کہ جو کوئی رزق حرام کھاتا ہے وہ یا تو خود دیوانہ ہو جاتا ہے یا اس کی آنے والی نسلیں بعد کو دیوانی ہو کر رہتی ہیں۔ اب چیل جاتی بہت خوش ہوئی اور چلائی..... جنگل بدر جنگل بدر..... جس طرح حضرت آدم جنگل بدر ہوئے۔ ویسے ہی..... وہی سزا..... جنگل بدر جنگل بدر۔"

"بول..... کیا تو دیوانہ ہے.....؟" راجہ گدھ سے سیمرغ نے سوال کیا۔

"ہاں آقا..... کبھی کبھی چاند راتوں میں جب میں اونچے چھتنارے درختوں پر بیٹا ہوتا ہوں۔ خود بخود میرا جسم گر پڑتا ہے اور میری حالت طرح اپنے بس میں نہیں ہوتی..... میں ایسی راہوں میں ج نکلتا ہوں۔ جن کی کوئی سمت نہیں ہوتی۔"

"کیا رزق حرام کھانے کا مرتکب ہوا....." سیمرغ نے سوال کیا۔

"ہاں آقا!..... میں حرام رزق کھانے کا مرتکب ہوا..... میں اپنا شکار خود نہیں کرتا لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھ میں دیوانگی اس رزق حرام کھانے کی وجہ سے پیدا ہوئی کہ..... دیوانگی نے مجھے رزق حرام کھانے پر مجبور کیا۔"

گیدڑ نے اپنی دم کو پٹک کر کہا..... "آقا یہ بات خلاف قانون ہے میں یہاں گدھ کی وکالت کو موجود ہوں، جب تک مجھ سے طے نہ کی جائے۔ راجہ گدھ سے باز پرس نہیں ہو سکتی۔"

سرخاب نے حالات کو ہاتھ میں لے کر کہا..... "کیا کوئی وضاحت کرنا چاہے گا

کہ راجہ گدھ نے انسان سے رزق حرام کھانا کیونکر سیکھا؟۔"

مینا نے اٹھ کر بات شروع کی..... "جب حضرت آدم نے توبہ کی اور ان کے رب نے توبہ قبول کی تو پھر دنیا میں حضرت آدم کے لیے تمام پاک اور طیب چیزوں کو مہیا کیا گیا۔ لیکن وہ رزق حرام جو وہ بہشت میں کھا چکے تھے۔ اس کے اثرات ان کی نسلوں میں آگے کی طرف بڑھنے لگے۔ یہی رزق حرام کھانے کی سزا مقرر ہوئی تھی۔ حتیٰ کہ جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا۔ تو حضرت آدم کے لہو میں چھپی ہوئی دیوانگی باہر نکلی..... یہ ضروری ہے آقا رزق حرام کا اثر پشت ہا پشت جاتا ہے۔ جس وقت کوے نے قابیل کو لاش ٹھکانے لگانے کے گر سمجھائے۔ تو انسان نے اپنی فہم وفراست سے جانا کہ پرندے بیوقوف ہیں اور راز اگلنے میں ثانی نہیں رکھتے۔ اس وقت انسان نے طے کیا کہ وہ نباتات جمادات چرند پرند حیوانات سب کو اپنے تابع کر کے رہے گا۔ آقا..... گدھ نے انسان سے رزق حرام کھانے کا سبق سیکھا..... یہ لمبی داستان ہے آقا بہت لمبی..... لیکن اتنی بات طے ہے کہ جو کچھ بھی دیوانگی اس وقت گدھ میں مقسوم ہے۔ یہ سبق اس نے صرف انسان سے سیکھا ہے۔"

گیدڑ نے سرے پنڈال میں تین چکر لگائے اور پھر سر جھکا کر بولا..... اتنی بات طے ہے آقا کہ گدھ نے دیوانگی کا الزا قبول کر لیا ہے؟ ..... کیا میں ٹھیک سمجھا ہوں۔"

"ٹھیک ٹھیک ٹھیک....." تراقی سے آوازیں آئیں۔

"اس دیوانگی کی وجہ رزق حرام ہے جو گدھ کھاتا ہے..... وہ عرصے سے مردار پر پل رہا ہے اور اپنا شکار خود نہیں کرتا..... اسی رزق حرام نے اس کے لہو میں فساد کی وہ شکل پیدا کر دی ہے جسے پاگل پن کہتے ہیں..... کیا میں ٹھیک سمجھا ہوں۔"

"ٹھیک ٹھیک ٹھیک..... بلند درختوں سے آواز آئی۔

"اور چیل جاتی کا خیال ہے وہ جو کوئی بھی حرام رزق کھاتا ہے اگر خود دیوانہ نہیں

ہوتا تو اس کی آنے والی نسلیں اس سے ضرور متاثر ہوتی ہیں۔ اس کے لہو میں سخت کچھ اس طور پر بدلتی ہے کہ بالآخر دیوانہ پن اسی رزق حرام کی وجہ سے اس کی پشتوں میں ظاہر ہونے لگتا ہے..... کیا میں ٹھیک سمجھا؟"

"سوچ لو عادلو! عاقلو! الزام درست ہے لیکن بات قابل غور ہے..... کیا یہ مسئلہ سرشت کا نہیں؟..... کیا کوئی پرندہ..... کیا کوئی جانور اپنی مرضی سے رزق حرام کھا سکتا ہے؟..... غور طلب بات صرف اتنی ہے کہ کیا گدھ جاتی کی سرشت میں حرام کھانے کی ترغیب پہلے سے موجود تھی کہ اب پیدا ہوئی..... عقل کے استعمال سے اس نے حرام کھایا۔

سوچ لو صاحبو! سرشت کی مطابقت گناہ نہیں..... آپ سب کو سوچنا پڑے گا کہ کیا گدھ جاتی اپنی مرضی سے رزق حرام پر راغب ہوئی کہ..... کہ یہ اس کی سرشت کا مسئلہ تھا..... کہیں ہم اس کے رب اور اس کے درمیان دخل در معقولات کرنے والوں مین سے نہ ٹھہریں..... سرشت کا معاملہ بیڈھب ہے۔"

تمام پرندے اللہ کی دی ہوئی سرشت کے سہارے زندگی بسر کر رہے تھے۔ اپنی جبلت سے پرے ان کی زندگی اندھیر تھی..... وہ ہولے ہولے ٹکڑیوں میں اڑنے لگے..... سارے میں یہ بات پھیل گ ء یکہ پرندے اپنی عقل سے اللہ کی دی ہوئی سرشت سے بغاوت کر رہے ہیں!..... سانپ دیر تک جنگل میں رینگ رینگ کر یہ خبر سب کو سناتے رہے۔

.....

عابدہ کے چلے جانے کے بعد میرے پاس اپنی نوکری کے علاوہ اور کوئی ایسا سہارا نہ تھا جسے میں لاٹھی بنا سکتا..... کھوکھلی روح اور خالی جسم سے ناطہ بنانے میں میرا سارا وجود غار کی طرح ہوگا..... بھابھی صولن ان کے دونوں بیٹے اور بھائی مختار مجھ سے اتنے دور تھے۔ جیسے سکرین پر چلنے والی فلم اپنے تماشائیوں سے دور ہوتی ہے۔ یہ

وہ وقت تھا جب میں تمامتر قوت کے ساتھ اپنے آپ کو کسی یا یک خاص مشن کے سپرد کرنا چاہتا تھا۔

میرے السر کی تکلیف پہلے سے بہت بڑھ گئی تھی۔ رات کے پچھلے پہر معدے میں جلن ہونے لگتی تو میں اٹھ کر شہ نشین پر چلا جاتا اور ٹہلنے لگتا۔لیکن اب اب میں ڈاکٹر فیضی کے مشورے کے مطابق اپنی زندگی کو مثبت طریق سے گزارنے کا آرزو مند تھا..... دودھ دہی سے پر اور جذباتی شعلہ سامانی سے تہی زندگی۔

یہ بھی پروفیسر سہیل کا مشورہ تھا۔

اچانک ایک دن پھر وہ مجھے ریڈیو سٹیشن پر مل گیا۔ایسے ہی ایک دن مجھے سیمی بھی اس کے ساتھ ملی تھی..... وہ سٹوڈیو میں سے کسی پروگرام میں شرکت کے بعد باہر نکل رہا تھا۔ہم دونوں چپ چاپ ساتھ ساتھ چلنے لگے۔اس نے مجھ سے کسی قسم کے سوال جواب کیبغیر اپنی چمک دار مسکراہٹ پیش کر دی اور میں اسے اپنے دفتر میں لے گیا۔

''یہاں کیا کرتے ہو؟ ..... مائی ڈیر سٹوڈنٹ۔''

''ملازم ہوں سر۔''

میں نے چائے کے لیے چپراتی سے کہا اور وہ میرے سامنے بیٹھ کر سگریٹ پینے لگا۔

''السر کا کیا حال ہے..... ٹھیک ہو گیا ہے ابھی تک anxiety کے شکار ہو؟''

ویسا ہی ہے۔''

تھوڑی دیر تک وہ چپ رہا۔

''میرا خیال ہے تم نے ٹھیک طور پ یوگا کیا نہیں ورنہ افاقہ ہوتا۔''

''میں..... کوئی سمت نہیں مقرر کر سکا اپنی۔''

'' مین آج کل ٹی ایم کرتا ہوں۔ اس سے بہت آرام ملتا ہے

meditation سے سکون ملتا ہے۔"

"مین اندر سے اس قدر پراگندہ ہوں کہ conceutrate نہیں کرسکتا سر۔ دراصل مجھیخود معلوم نہیں کہ مجھے کیا چاہیے۔ میں کس لیے پریشان ہوں..... میں ہر وقت سوچتا رہتا ہوں کہ کسی وقت غبار اترے تو میں اصلی پریشانی کو برہنہ دیکھوں۔"

وہ مسکراتا رہا..... پھر بڑی دیر بعد بولا..... "دیکھو اگر کوئی آدمی زیادہ دیر بے سمت ہوکر پریشان رہے تو وہ دائمی پریشان ہوجاتا ہے۔ اگر غم دکھ اور ہیجان کی ایک نقلی سی وجہ بھی ہو۔ تو وہ اس پر قابو پالیتا ہے۔ تم کو پتہ ہونا چاہئے کہ آخر اس پراگندگی اس anxiety اس تذبذب کی اصلی بنیادی وجہ کیا ہے؟..... اگر معلوم نہیں تو ایجاد کر لو آرام میں رہوگے۔"

"سوچتا ہوں سوچتا رہتا ہوں..... بہت سی وجوہات ہوسکتی ہیں۔ لیکن ایک اکیلی وجہ نہیں ہوسکتی....."

"میں تمہیں ایک مشورہ دینا چاہتا ہوں فری..... بغیر چارج کیے..... سہیل نے مسکرا کر کہا۔

ضرور دیں..... سر سو مشورے دیں"

تم کو اپنے آپ کو کوئی سمت دینی ہوگی..... کوئی مشن اپنانا پڑے گا۔ کوئی goal کوئی منزل..... ورنہ تم خالی بجرے کی طرح سمندری لہروں میں بھٹکو گے..... کبھی بحر قلزم میں کبھی بحیرہ عرب میں۔"

"میں اس قابل نہیں ہوں۔ میں کوئی مشن اپنا نہیں سکتا..... نوتھینک یو۔"

وہ بڑی دیر تک میرا چہرہ دیکھتا رہا۔

"اپنے اردگرد دیکھو..... جو لوگ زندگی میں کوئی مشن بنا لیتے ہیں۔ چاہے چھوٹے سے چھوٹا کیوں نہ ہو۔ وہ السر کا شکار نہیں ہوتے..... پیغمبروں کی زندگی غور سے دیکھو۔ وہ بڑی سے بڑی ذاتی قربانی دے کر بھی السر کا شکار نہیں ہوئے

..... کوئی ٹریجڈی انہیں ہلا نہیں سکتی ..... بے نام جستجو ..... بے مصرف تلاش .....
زندگی میں ایک مشن ہو ..... چاہے بالکل چھوٹا مثلاً بہتر کینو کا باغ لگانا ..... پاکستان
کے لیے نئی قسم کی گندم بونا ..... پلاسٹک کی ڈوری سے قالین بننا ..... کسی بچے کو
سی ایس پی کرنا۔"

"ہاں ہے"

کیا ..... ہے سر؟"

"میں اب انیسویں گریڈ کے لیے کوشش کر رہا ہوں ..... پھر میں پروفیسر ہونے
کی کوشش کروں گا ..... میں پاکستانی طلبا کو تعلیم دینے کا مشن لے کر تمہارے کالج
میں آیا تھا ..... لیکن رفتہ رفتہ مجھے پتہ چلا کہ وہ مشن میرے بس کا نہیں۔ اسی لیے میں
نے اپنی تبدیلی نیو کیمپس میں کرالی۔ تعلیم جب سے عام ہوئی ہے لوگ تعلیم کی
تلاش میں نہیں رہے اس لیے میں نے اپنا مشن بدل لیا ہے ..... میں اب فقط اپنی
زندگی بنانا چاہتا ہوں۔"

میری نظر میں کوثر آ کھڑی ہوئی جس نے مجھے اس کے متعلق پہلے یہ خبر دی تھی
.....

"کیا تمہیں غریبوں سے ہمدردی ہے کبھی تم کسی بوڑھے چھابڑی والے کو دیکھ کر
اداس ہوئے ہو ..... پرانے چیتھڑے جمع کرتی عورت کو دیکھ کر تمہارا دل پگھلا ہے
..... ہے؟ سہیل نے سوال کیا۔

میں نے غریبی کے متعلق کبھی سنجیدگی سے سوچا نہیں۔ حالانکہ میں خود قلندر کی
زندگی بسر کرتا ہوں۔" میں نے لجاجت سے جواب دیا۔

'دپھر تو مشکل ہے میں تمہیں کمیونزم پر کچھ کتابیں دینے والا تھا۔ لیکن وہ بھی ویگا
کی طرح تمہارے کام نہ آسکیں گی۔"

"پھر؟"

تمہیں فنون لطیفہ سے دل چسپی ہے؟ ..... مشوری' شاعری' ناول نگاری وغیرہ ..... اگر تم چاہو تو تمہارا aggresuion تمہاری anxiety کسی cration میں ڈھل سکتی ہے۔"

"میں شاید ..... پیدائشی آرٹسٹ نہیں ہوں ..... سر۔"

"جبلی طور پر آرٹسٹ ہونا ضروری نہیں آرٹ کو مشن کے طور پر ..... ردی کی ٹوکری کے طور پر استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔"

"شاید میں اس کا اہل نہ ہوسکوں۔" میں نے معذوری ظاہر کی۔

"میرا خیال تھا کہ تم ..... تم کو غریبی کی طرف توجہ دینی چاہیے اس کا reape بہت بڑا ہے ساری تھرڈ ورلڈ اس سے متاثر ہے۔ پڑھنے کے لیے ہمدردی کرنے کے لیے اپنے آپ کو جذب رکھنے کے لیے اس سے بڑا اور کوئی مشن نہیں ہوسکتا۔ کمبوڈیا سے چلتے آؤ ..... پاکستان تلے ادھر پورا افریقہ پڑا ہے۔ روڈیشیا گھانا' نائیجیریا ..... چاہو تو ساؤتھ امریکہ کے مسائل میں بھی وقت گزار سکتے ہو۔"

"اس کا فائدہ؟"

بھائی میرے ..... بیمار ذہن کے مالک کسی کے فائدے کے لیے مشن نہیں ہوتا؟ ..... اس کا فائدہ ہمیشہ مشن والے کو ہوتا ہے ..... بڑے سے بڑا مشن ہو کائناتی قسم کا تو آدمی اللہ کا پیارا بن جاتا ہے۔ گٹھیا کو الٹی کا آدم سائز ہو تو اپنے آپ کو آرام و سکون حاصل ہو جاتا ہے۔"

میں بڑی دیر چپ رہا۔

"اچھا یہ دروازہ مقفل نکلا ..... اب یہ بتاؤ عشق کر سکتے ہو راہ مولا ..... لاحاصل قسم کا ..... بغیر حصول کی آرزو کے ..... وہ تمہارا سارا وجود' سارا تخیل ساری انا کو جذب کر لے گا۔"

"مجھ میں عشق کی اب تاب نہیں ہے شاید ..... سیمی کے بعد ....."

''مذہب سے کوئی دلچسپی ہو؟..... مذہبی لگن سے بھی اس دنیا میں ٹائم پاس کیا جا سکتا ہے۔''

'' میری تربیت گاؤں کی ہے۔ دیہات میں مذہب بڑا سادہ ہوتا ہے۔ باقی زندگی کی طرح..... اس لیے میری معلومات کم ہین۔''

'' ہاں میں دیکھ چکا ہوں۔ اگر تم میں وہ جوہر ہوتا تو یوگا کرنے سے ضرور چمکتا .....بچوں سے دلچسپی ہے؟ چھوٹے بچوں کو دیکھ ان کی جوتیاں سیدھی کرنے کو دل چاہتا ہے؟''

''بھائی کے دو جڑواں بچے ہیں۔ کبھی ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔''

'' پھر تو مشکل ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ شادی کروا کے تم اپنی زندگی کے منہ زور گھوڑے پر کاٹھی ڈال سکتے ہو۔''

'' میں نے کبھی سوچا نہیں سنجیدگی کے ساتھ شادی کے متعلق..... سر میرا کیس بالکل بگڑا ہوا ہے۔''

اس نے پیار سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا..... '' قیوم! میں نے کئی سال تمہاری طرح گزارے ہیں۔ میرا خیال تھا کہ E.S.P پر کتابیں بڑھنے سے telepathy wypuosis اور dairvonce کے متعلق پڑھتے رہنے سے مجھے افاقہ ہوگا میں astral travel کے پیچھے لگا رہا۔ دھرم ایمان نروان کے دروازے کھٹکھٹائے لیکن اب میری سمجھ میں ایک بات آ گئی ہے۔''

'' کیا بات؟''

'' پانچ کینڈل پاور کا بلب..... لاکھ امپیئر بڑھا دو ہمیشہ پانچ کینڈل پاور کی روشنی دیتا ہے۔ ہم لوگ چھوٹے چمچ میں دیگ بھر پانی ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ چمچ میں صرف چمچ بھر پانی آ سکتا ہے۔ میں نے اپنی زندگی کا مشن بدل لیا ہے۔ میں اب صرف اپنی job کی مشکلات کے متعلق سوچتا ہوں۔ کون کون سی

سفارش چلے گی۔ کس کس level پر کیا کیا کوشش کرنی پڑے گی..... میں کسی ideal کے لیے معاشرے سے اپنے آپ سے لوگوں سے نہیں لڑتا۔"

"آپ جھوٹ بولتے ہیں..... سر..... آپ تو اتنی بڑی بڑی تھیوریاں بناتے ہیں بہت سوچتے ہیں۔"

"خدا قسم یہ سچ ہے۔ میں نے وہ سب سوچیں نکال دی ہیں سر سے۔ اب میں دلجمعی سے پرسوں امریکہ جاؤں گا۔"

"امریکہ۔"

"وہاں چھ مہینے لکچر دوں گا۔ امریکہ روحانی طور پر اس وقت بنجر ہے۔ پانی چاہتا ہے میں اپنی بالٹی لے جاؤں گا۔ ایسے چھینٹے اڑاؤں گا کہ بارش کا گمان ہوگا ..... حرام وحلال کی تھیوری بیان کروں گا سب سے..... میرے لیے یہ بہت ہے۔"

"کیا کرنے جا رہے ہیں۔ امریکہ۔؟"

"سٹڈی ٹور کروں گا..... تفریح کے اوقات میں وہاں کے لوگوں کو یہ یقین دلاؤں گا کہ مشرق کے پاس روحانیت کے خزانے ہیں۔ ہم لوگ رتی بھر بھر مادہ پرست نہیں ہمیں اشیاء کی محبت نہیں۔ ہم ایک اور سمت کے لوگ ہیں۔ ان کے اندر احساس خلا اور احساس کمتری پیدا کرنے کی کوشش کروں گا۔ واپسی پر گریڈ کا کوئی پرابلم نہیں ہوگا..... نو پرابلم....."

میں نے سر جھکا لیا۔

"دیکھو مجھے چھ مہینے لگیں یا دو سال..... تم اس دوران صرف اپنی نوکری پر دھیان رکھنے کی کوشش کرنا..... میری واپسی کا انتظار کرنا اور اس دوران ادھر ادھر مت جھانکنا۔ ہر بات کو اپنی job کے ساتھ link کرنا..... اگر کسی طرح یہ مشن فیل ہو جائے تو پھر شادی کر لینا..... آرام سے زیادہ سوچے سمجھے بغیر لیکن شادی آخری solution ہے۔ کوشش یہ رکھنا کہ نوکری واحد خدا ہو..... تمہاری زندگی کا مرکز کبھی

کبھی اس مشن کی لت پڑ جائے تو آدمی دور نکل جاتا ہے اور بڑا بندھا رہتا ہے مرکز سے باہر نہیں نہیں نکل جاتا۔ میں نے سر اٹھا کر سہیل کی طرف دیکھا۔ پہلی بار اس کی آنکھوں مین آنسو تھے۔ اور چہرے پر مسکراہٹ نہ تھی۔ مسیحا تھری پیس سوٹ پہنے ہاتھ میں سگار لیے اپنے علاج کی بے بسی کے سامنے خود کھڑا رو رہا تھا۔

.....

سہیل کے امریکہ چلے جانے کے بعد کافی حد تک اپنی نوکری کے بارے میں اور بھی سنجیدہ ہو گیا۔ پہلے میرا معمول تھا کہ اگر مجھے بھائی مختار کی موٹر سائیکل ادھار نہ ملتی تو میں سانده کلاں سے چل کر کرشن نگر کے اختتامی سٹاپ تک پیدل آتا۔ راستے میں ہرے بھرے کھیت تعفن بھرے پانیوں میں لہلہا رہے ہوتے۔ کرشن نگر کے سٹاپ سے میں بس میں سوار ہوتا اور پلازہ کے چوک پر بس سے اتر جاتا۔ یہاں سے مجھے پھر پیدل ریڈیو سٹیشن پہنچنا ہوتا اس لمبے سفر اور پڑاؤ کے چوک پر بس سے اتر جاتا۔ یہاں سے مجھے پیدل ریڈیو سٹیشن پہنچنا ہوتا۔ اس لمبے سفر اور پڑاؤ کے لیے مجھے کافی وقت اور سوچین درکار ہوتی تھیں۔ بچپن جوانی اور لڑکپن کے چھوٹے چھوٹے واقعات ذہن پر ابھرتے رہتے۔ میری ہمیشہ آرزو ہوتی کہ کہیں کوئی واقف کار نہ مل جائے۔ جس کے ساتھ کی وجہ سے خیالات کا تانتا ٹوٹ جائے۔ ان ہی سفروں کے دوران میں چند راتیں گزارے ہوئے دن' ماں کی موت' ابا کی گمشدگی سیمی اور عابدہ کی جدائی کا تجزیہ کرتا۔ ان کے ساتھ گزارے ہوئے وقت کا پڑتالگاتا.....لیکن اس سارے تجزیے اور پوسٹ مارٹم سے نہ میں کبھی کسی اہم نتیجے پر پہنچ سکا اور نہ ہی کوئی فیصلہ کن سبق سیکھنے کی نوبت آئی۔ جس طرح خلائی ہوا باز ایک خاص لباس میں ہی سفر کر سکتا ہے۔ میں بھی شادوں کی ایک خاص رضائی اوڑھ کر یہ سفر کرنے کا عادی تھا۔ اس لیے سہیل کے مشورے کے بعد جو پہلا مثبت کام میں نے کیا۔ وہ موٹر سائیکل کی خرید تھی۔

نئی موٹر سائیکل میں نے بھائی مختار سے پیسے ادھار لے کر خریدی تھی اور انہوں نے مجھ میں دینا داری کے آثار سر نکالتے دیکھے تو بخوشی ادھار دے دیا۔ موٹر سائیکل کی سواری میں یہ خوبی ہے کہ یہ برق رفتار گھوڑے کی طرح بڑی انا بخشتی ہے۔ اس قدر خطرے کے باوجود آدمی اپنے آپ کو کافی پائیدار سمجھنے لگتا ہے۔

ڈاکٹر سہیل کے مشورے کے بعد نئی سائیکل' ریڈیو کی تازہ نوکری اور ریڈیو پر آنے جانے والی رنگ برنگ لڑکیوں کے باعث ایک بار پھر میں اپنے آپ کو کافی حد تک نارمل سمجھنے لگا۔ اب کنٹین سے چائے منگوا کر سکرپٹوں کو ہاتھ میں لے کر لڑکیوں سے باتیں کرتا۔ تو میرا رویہ برادرانہ کھردرانہ اور لاتعلق نہ ہوتا۔ بلکہ اس میں انا کی خوشبو بسی ہوتی۔

گو میں اس جنس سے چونکیل جانور کی طرح خبردار ہو گیا تھا۔ کوئی چیز مجھے اندر ہی اندر بتاتی رہتی تھی کہ یہ وہ لڑکیاں ہیں جن کے ہاتھوں میں کسی دوسرے سٹیشن کا ٹکٹ ہے' یہ میرے پلیٹ فارم پر رکیں گی۔ کوکا کولا پئیں گی اپنی پسند کا میگزین خریدیں گی اور پھر ہاتھ ہلاتی کسی اور شہر کے لیے کسی اور ٹرین میں سوار ہو جائیں گی۔ اس لیے ریڈیو سٹیشن پر جہاں آنسو گیس زیادہ پھیلی ہوتی ہے۔ میری آنکھیں بہت خشک تھیں اور میں بہت محتاط بھی رہتا تھا اور ملا جلا بھی.....

ریڈیو سٹیشن کا محکمہ عام محکموں سے قدرے مختلف ہے۔ سرکاری دفتروں میں مرد عورتیں اس طرح مل کر کام نہیں کرتے۔ اور اگر کرتے بھی ہیں تو عام دفاتر کی طرح بیرونی طور پر ان میں بڑا رکھ رکھاؤ اور خشک دفتری پن موجود ہوتا ہے۔ ٹیلی ویژن کے کام کی نوعیت ریڈیو سے ملتی جلتی ہے لیکن یہاں پیٹی بورژوا اور انگریزی خواں طبقے کی حکمرانی کے باعث ماحول میں ایک خاص قسم کا تصنع اور خشکی ہوتی ہے۔ فلمی دنیا میں بھی عورت اور مرد بہت قریب رہتے ہیں۔ لیکن وہاں بھی وہ فضا نہیں ملتی جو ریڈیو سٹیشنوں پر ہوتی ہے۔ کیونکہ فلمی کارکنوں میں وہ ہلکا سا حجاب' شعریت

فاصلوں کی کسک نہیں ہوتی جو آرٹ سے وابستگی کے باعث دونوں جنسوں میں خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔

ریڈیو سٹیشن پر اگر عملہ دلی طور پر ادب پرست' موسیقی نواز' دلدادہ۔ ڈرامہ نہ بھی ہو۔ تو ریڈیو کی روایات ہی ایسی ہیں کہ اچھے شعروں پر سر دھننا' مناسب لے پر داد دینا' مکالمے کی چست ادائیگی پر قربان ہونا سب کا شیوہ ہے۔ یہاں پہنچ کر طوائف آرٹسٹ بن جاتی ہے۔ مراثی ضلع جگت کا بادشاہ نظر آتا ہے۔ یہاں فلمی دنیا والے ٹھٹھوں اور پھکڑی بازی نہیں ہوتی۔ ایک ہلکا سا غلاف تعریف و تحسین کا' ایک سطحی سی اخلاقی پابندی ایک غیر محسوسی آرٹ نوازی سب پر چھائی رہتی ہے' کاتب سے لے کر انجینئر تک..... چپراسی سے لے کر آر ڈی صاحب تک..... طبلہ نواز سے لیکر ساؤنڈ ریکارڈسٹ تک چھوٹی اناؤنسر سے لیکر تجربہ کار نیوز براڈ کاسٹر تک سب اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ ادب نواز موسیقی پرست اور ڈرامہ شناس ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی لیے ریڈیو سٹیشن کی فضا ہمیشہ ملن رت سے مشابہہ رہتی ہے۔ یہاں بھی ضرورتیں چلتی ہیں۔ جھگڑے ہوتے ہیں explanstions طلب کی جاتی ہے۔ ادھار مانگے جاتے ہیں۔

فائلیں خراب ہوتی ہیں۔ چغلی میٹنگ جاری رہتی ہے۔ وہ سب کچھ چلتا ہے۔ جو دفتروں میں چائے کے ساتھ ساتھ چلا کرتا ہے..... لیکن اس کے ساتھ ساتھ ریڈیو سٹیشن پر ایک موسم ہوتا ہے جو ملن رت سے مشابہہ ہے۔ ادب نوازی' موسیقی اور ڈرامے کی ہلکی پھوار..... جنس مخالف سے میل ملاقات کی رت۔

میں ریڈیو سٹیشن پر ایسے ہی موسم میں امتل کو ملا۔

.....

امتل شکلاً و عقلاً ریڈیو سٹیشن کے لیے کوئی نئی چیز نہیں تھی۔ موسیقی کے پروگراموں سے گو میرا کوئی واسطہ نہیں تھا۔ لیکن اس شکل جثے اور ریئت کی عورتیں یہاں وہاں

ملتی رہتی تھیں۔لیکن اس کی ذات کا مجھ پر منفی یا مثبت کبھی کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ مختلف پروڈیوسروں کے کمرے میں بیٹھی پائی جاتی۔رسمی باتوں کے علاوہ اس سے بات کرنے کی کوئی نوبت کبھی نہ آئی۔ ریڈیو پر ظاہر وہ بڑی مقبول تھی۔ ہر ایک ٹھٹھہ مذاق کرنا' خوش دلی سے دوسروں کے مذاق سہنا' وقت بے وقت سازندوں کی مالی مدد کرنا' باوردی چپراسیون کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس کے گھر والوں کی خیریت پوچھنا۔ امیر آرٹسٹوں سے بلا تکلف لفٹ مانگ لینا' نوجوان لڑکیون سے سکرپٹ مانگ کر پڑھنا اور اچھے جملوں پر داد دینا' موسیقی کے پروڈیوسروں کی بظاہر بے عزتی کرتے ہوئے در پردہ ان کی خوشامد کرنا اور باوجودیکہ اسے اب پروگرام ملنے بند ہو گئے تھے۔ باقاعدگی سے ہفتے میں دوبار ریڈیو سٹیشن آنا اسکا ٹائم ٹیبل تھا۔

اختل کی آواز ریگستانی عورتوں کی طرح گھگھی تھی۔جوانی میں اس کی آواز میں شاید وہ جادو ہوگا جسے بیڈروم سیکسی کہتے ہیں۔لیکن اب تو کبھی کبھی جب وہ جوش میں بولتی تو اس کے جملے کے جملے غائب ہو جاتے اور آواز نہ نکلتی۔ کئی سالوں سے وہ چھوٹے شہروں میں لگنے والے تھیٹروں میں گا رہی تھی۔ان میلوں میں کئی بار مائیکرو فون کے بغیر بھی آواز لگانا پڑتی تھی۔اس لیے اس کی آواز سے نزاکت' شائستہ پن اور ملائمت غائب ہو چکی تھی۔

سب سے پہلی بار میں نے اسے دیکھا تو وہ قاضی کے کمرے میں بیٹھی سگریٹ پی رہی تھی۔ اس نے فل میک اپ کر رکھا تھا۔برقعے کا نچلا سیاہ کوٹ جسم پر تھا اور نقاب کرسی پر لٹک رہا تھا۔ اس نے کوئی تازہ لطیفہ سنایا تھا۔ جس کی وجہ سے کمرے میں بیٹھے ہوئے قاضی کے تین حواری ہنس رہے تھے۔

میں نے قاضی سے ایک مقبول ریکارڈ کی ڈسک مانگی تو اختل بولی..... ''بتایئے سر جی یہ آپ کے قاضی صاحب مجھے کوئی پروگرام کیوں نہیں دیتے۔''

''بی بی میں کلاسیکی موسیقی کا انچارج ہوں۔'' قاضی بولا۔